ہند چینی کے مسلمانوں پر کیا گذری؟

مترجم - نور الاسلام صاحب - منصورہ - لاہور

ماخوذ از مجلہ اتحاد - امریکہ

اِس موضوع پر تبصرہ کرنے سے پہلے، ہند چینی کے سیاسی، تاریخی اور جغرافیائی حالات کا جائزہ لینا بہت ضروری ہے۔

آج ہند چینی کا علاقہ تین آزاد ملکوں پر مشتمل ہے: ویت نام کی فیڈرل ریپبلک، ویت نام کھمر ریپبلک یا کمبوڈیا (اب اسے کمبوچیا کہتے ہیں) اور لاؤس کی حکومت۔ پہلی چمپا کی حکومت جو ویت نام کے جنوبی حصّہ میں واقع تھی۔ اور رفتہ رفتہ ویت نام کی پھیلتی ہوئی ریاست میں ضم ہوگئی۔ ویت نام نے موجودہ حیثیت ۱۹۱۰ء میں اختیار کی۔ موجودہ مردم شماری کے اعداد و شمار کے مطابق کل آبادی ۵ کروڑ ۷۰ لاکھ نفوس پر مشتمل ہے، جس میں سے ۵۰ لاکھ چمپا اور ویت نام میں ہیں، ۷۰ لاکھ کمپوچیا میں اور باقی لاؤس میں ہیں۔

ان لوگوں پر ہندوستان کی تہذیب کا گہرا اثر ہے۔ انام (ویت نام) اس سے مستثنیٰ ہے، کیونکہ اس پر چینی فلسفی کنفیوشس کا اثر پڑا۔ بدھ مت بعد میں یہاں پہنچا اور کمپوچیا، لاؤس اور ویت نام کے لوگوں میں پھیلا۔ گیارھویں صدی عیسوی میں اسلام کی تبلیغ چمپا میں شروع ہوئی اور انیسویں صدی کے آخر میں فرانسیسی استعماریوں نے اس علاقہ میں عیسائیوں کو مسلمانوں کے خلاف بطور حربہ استعمال کیا۔

چمپا میں اسلام | چمپا میں اسلام کے داخلے کی صحیح تاریخ بتانی بہت مشکل ہے۔ بعض

تاریخی واقعات سے ایک عام نظریہ قائم کیا جا سکتا ہے۔ سر تھومس آرنلڈ (SIR THOMAS ARNOLD) نے اپنی کتاب "دعوتِ اسلام" (THE CALL OF ISLAM) میں بتایا کہ اسلام چین میں تنگ حکمرانوں کے زمانے میں (۹۰۷-۶۱۸ عیسوی) داخل ہوا۔ کانگ تنگ نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ سب سے پہلے مسلمان چین میں اس طرح آئے کہ تنگ حکمرانوں کے دور میں بہت سے غیر ملکی انام کی بادشاہت (کمپوچیا اور دوسرے علاقوں) سے ہجرت کر کے کنٹن آئے۔ یہ غیر ملکی اپنی عبادت گاہوں میں اللہ کی عبادت کرتے تھے۔ وہ بت پرست نہیں تھے۔ نہ اُن کے پاس بت تھے، نہ مجسمے، نہ تصویریں اور نہ وہ سور کا گوشت کھاتے تھے، نہ شراب پیتے تھے اور وہاں کے لوگوں کے ذبح کیے ہوئے جانوروں کو "پاک" غذا تصور نہ کرتے تھے۔ وہ "ہوئی ہوئی" کہلاتے تھے[1]۔ اس نے یہ بھی لکھا ہے کہ بادشاہ ماجا پہیت (شاہ جادہ) کی شادی چمپا کے بادشاہ کی ایک لڑکی سے ہوئی تھی۔ چمپا اس وقت کمپوچیا کی ایک ریاست تھی اور خلیج سیام کے مشرقی جانب واقع تھی[2] اور بادشاہ کی دوسری بیٹی کی شادی ایک عرب سے ہوئی جو چمپا میں رہنے لگا تھا۔ اُن میاں بیوی سے ایک لڑکا ہوا جس کا نام رادھن رحمت تھا۔ بیس سال کی عمر میں اُس نے اپنے باپ سے بہترین اسلامی تعلیم

---

[1] آرنلڈ سر تھامس کی دعوتِ اسلام (ص ۱۳۳)

THE CALL OF ISLAM BY ARNOLD SIR THOMAS

[2] رفائز نے چمپا کی شمالی اجانیز ساحل پر نشاندہی کی ہے اور اس سے اختلاف کیا ہے کہ وہ کمبوڈیا میں ہے لیکن میں اس کے اس نتیجے کو مشتبہ نظر سے دیکھتا ہوں جب وہ کہتا ہے کہ یہ چمپا ہے کیونکہ چام کے تارکینِ وطن وہاں ۱۴۷۰ء عیسوی میں وجایا کے دارالحکومت پر ویت ناميوں کا قبضہ ہونے کے بعد آباد ہو گئے تھے۔ اسی طرح کیلنتان کا مشرقی ساحل بھی جو ملیشیا میں ہے اچپیا پورٹ کہلاتا تھا۔ آج بھی اس علاقہ میں سینکڑوں ہند چینی مہاجر آباد ہیں، جو وہاں ہجرت کر کے آ گئے تھے، جب ۱۹۷۵ء عیسوی میں جنوبی ویت نام کا سقوط ہوا۔

حاصل کر لی تھی اور تحصیلِ علم کے بعد اس کے باپ نے خطوط اور تحائف دے کر اسے اپنے چچا ماجاپہیت کے پاس بھیجا تھا۔

جب وہ جارسک (انڈونیشیا) پہنچا تو ایک عرب مبلغ شیخ مولانا جمادی الکبرا نے اس کا خیر مقدم کیا کیونکہ مشرقی جاوہ میں آنے سے اسلام کی پہلی کرن پھوٹی اور شیخ نے پیشین گوئی کی کہ مشرقی جاوہ میں شرک اُس کے ہاتھوں مٹے گا اور اس کی تبلیغ سے بہت سے لوگ دعوتِ اسلام قبول کریں گے۔ ماجاپہیت نے بھی اس کا استقبال گرم جوشی سے کیا۔ آج تک جاوہ کے لوگ اس کا نام بڑے احترام سے لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ سب سے عظیم تر ہستی ہے جس نے جاوہ میں اسلام پھیلایا۔ یہ اُس کی ذات کی کرامت تھی کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے انڈونیشیا کی ۹۵ فیصد آبادی نے اسلام قبول کیا۔ ماجاپہیت کی حکومت ۱۲۹۳ء عیسوی میں شروع ہوئی، اس لیے یہ بہت ممکن ہے اور تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ ہند چین کے مسلمانوں نے انڈونیشیا میں اسلام پھیلایا۔

دو حمید نے اپنی تصنیف "چام کے لوگوں کی تاریخ" میں لکھا ہے کہ "چامی ہندومت کے علاوہ اسلام کے بھی پیرو تھے"۔ پھر بھی ہم صحیح تاریخ بتانے سے قاصر ہیں کہ کب اسلام نے چمپا میں قدم رکھا۔ ای ہیوبر (E. HUBER) نے ایک جگہ تذکرہ کیا ہے کہ اس نے شاہی خاندان تنگ کی ایک چینی تاریخ میں دیکھا ہے کہ "اللہ واکین باتھ" کے کلمے کا ذکر ہے، جیسے وہ "اللہ اکبر" پڑھتا ہے۔ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ چامیوں نے میدانوں اور پہاڑوں کی چراگاہوں میں سینکڑوں بھینسیں پال رکھی تھیں، لیکن اُن کو زراعت اور باربرداری کے کاموں میں استعمال نہ کرتے تھے۔ وہ ان مویشیوں کو اللہ کے نام پر قربان کرتے تھے۔ قربانی کے وقت وہ کلمہ "اللہ اکبر" پڑھتے تھے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ چامی شریعت کے اُصولوں کے مطابق عملی شعائر جانتے تھے۔ اس بات پر اگر ہم یقین کریں تو وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ چامیوں نے تنگ عہد بادشاہت اسلام قبول کیا۔ (۶۱۸ — ۹۰۷ عیسوی)۔

کندہ کاری کیے ہوئے کھمبے جن پر ۱۰۲۵ — ۱۰۳۵ عیسوی کی تاریخیں موجود ہیں، اس بات کا ثبوت ہیں کہ مسلمان چمپا کی جنوبی ریاستوں پھان رنگ اور پھان ری میں دسویں صدی سے

آباد تھے کیونکہ تجارتی جہاز سینکڑوں کی تعداد میں اس طرف سے گزر کر چین جاتے تھے۔

ای۔ ایمونیر (E. AYMONIER) نے اپنی تصنیف "چم کے تاریخی حقائق" کے چودھویں باب میں "تفریحی سفر اور تغیرات" کی سرخی کے تحت صفحہ ۱۵۳ پر ایک تاریخی کہانی قلمبند کی ہے جس میں پو۔ او۔ لواہ[1] (PO OV LOAH) کا ذکر ہے۔ (۱۰۰۰ء۔۱۰۳۵ء) کے درمیان وہ تاجدار تھا اور مکہ معظمہ[2] حج کے لیے گیا تھا۔ اس کی تصدیق ایک ویت نامی پروفیسر نی۔ تھام (NGHIEN THAM) کے ذریعے بھی ہوتی ہے جس نے "چام کے لوگوں کی ایک مختصر تاریخ" میں لکھا ہے کہ چام کے زیادہ تر لوگ ایک ہزار سال پہلے مسلمان ہو چکے تھے۔

فرانسیسی تاریخ نویس جی۔ ماسپیرو (G. MASPERO) کی "چمپا کی ریاست" اور ای۔ ایمونیر (E. AYMONIER) کی "چمپا کے لوگ اور اُن کا مذہب" میں واقعات ملتے جلتے ہیں۔ چم، شروع کی عیسوی صدیوں میں، ہندوستانی تہذیب کا گہوارہ تھا۔ پھر تجارت کے ذریعے ان کا اسلامی دُنیا سے رابطہ قائم ہو گیا، خصوصاً بصرہ (عراق) سیراف (SIRAF) یعنی ایران اور اُومان سے۔ چمپا میں ایک مسلم آبادی کی موجودگی، اور احمد ابو کامل اور نقیب عمر کی شخصیتوں نے لوگوں کو مشرف بہ اسلام کرنے اور اسلام کو پھیلانے میں گیارھویں صدی عیسوی میں بہت مدد کی۔

ان بیانات اور سر تھامس آرنلڈ (SIR THOMAS ARNOLD) کے تجزیہ میں کوئی بڑا فرق نہیں ہے۔ وہ کہتا ہے "علاقہ ہند چینی میں اسلام کے فروغ کی تاریخ لا ینفک اور بے مثال ہے۔ یہ ممکن ہے کہ دسویں صدی عیسوی میں عرب اور ایرانی تاجروں نے مذہب کو بندرگاہی علاقوں میں لوگوں تک پہنچایا ہو۔ لیکن اسلام کی اصلی توسیع ملایا کے لوگوں (MALAYS) کی ہجرت کے بعد ہوئی جو چودھویں صدی کے آخر میں شروع ہو گئی تھی۔

---

[1] اس کا اصلی نام ابو عبداللہ تھا۔

[2] دو حمید کی تصنیف "چم کے لوگوں کی ایک مختصر تاریخ" (صفحہ ۱۱)

حقیقت میں اسلام ہند چینی میں بہت پہلے سے موجود تھا۔ تنگ بادشاہت (۶۱۸-۹۰۷ء) کے دور کے بعد ملک چلن میں پہنچا۔

اس علاقہ میں اسلام کو فروغ اس وقت ہوا جب چمپا کی حکومت اور انڈونیشیا کے مسلمان حکمرانوں کے درمیان چودھویں صدی عیسوی میں مفاہمت بڑھی۔ اسلام ہند چینی میں عرب اور ایرانی تاجروں اور مسلمان مبلغوں کے ذریعے پھیلا۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ جنوب مشرقی ایشیا میں جہاں بھی اسلام پھیلا وہاں کی ساری آبادیاں با اخلاق مضبوط (ملائے اور پولینشن) - ان میں سے زیادہ تر لوگ عیسائیت کا دور شروع ہونے سے پہلے ہی گھروں کو چھوڑ چکے تھے۔ اور جنوب میں جزیروں پر جا کر بس گئے تھے[1]۔ یہ لوگ پٹانی (جنوبی مقائی لینڈ)، ملیشیا، انڈونیشیا اور فلپائن (موروس) اور چمپا میں بھی آباد ہو رہے تھے۔

۱۴۷۱ء عیسوی کے بعد اسلام ہند چینی کے دوسرے علاقوں میں اس وقت تک نہ پہنچ سکا، جب تک کہ چامی مسلمان مہاجر ان علاقوں میں ویت نام کی فوجی کارروائیوں سے بھاگ کر آباد نہ ہوئے۔ سرکاری معاشرتی اور بعض اوقات جسمانی اذیتیں دینے کی پالیسی کی وجہ سے بہت سے بے گناہ اور معصوم لوگ موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ علماء کو اذیتیں دی گئیں اور ہزاروں آدمیوں نے اپنی زمینیں چھوڑ دیں۔ کچھ لوگ جو بچ گئے ان کو مجبور کر دیا گیا کہ وہ پہاڑوں اور نزدیک کے ملکوں میں پناہ لیں۔ ای ایمونیر (E. AYMONIER) نے ۱۸۶۲ عیسوی میں چمپا کا دورہ کیا۔ وہ لکھتا ہے "ویت نام کی حکومت نسل کشی کی پالیسی اختیار کیے ہوئے ہے اور اس کا منتہائے مقصود یہ ہے کہ چم کے مسلمانوں کا نام و نشان جس قدر جلد ممکن ہو، دنیا سے مٹ جائے[2]۔"

---

[1] شاکر محمود کی تصنیف "انڈونیشیا" (صفحہ ۲۱)

[2] سلیمان، شریف "تاریخ چم" نیز "ملایا میں آمد" دس صدی عیسوی سے بیس صدی عیسوی تک۔

لگا رہا۔ یہ حملے جن کا مقصد چمپا کے مسلمانوں کی بربادی اور ان کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا تھا، چار مرحلوں پر مشتمل ہیں۔

پہلا مرحلہ ۱۴۷۱ء سے ۱۵۴۳ء عیسوی تک۔ اس عرصہ میں ویت نام نے چم کے دارالحکومت وجایا پر قبضہ کر لیا۔ اور ایک فرانسیسی تاریخ نویس جی اگوڈے (G. GOEDES) کے بیان کے مطابق ۴۰ ہزار آدمیوں کو قتل کیا اور ۳۰ ہزار کو ہنائے (HANOI) میں قید کیا۔ ان قیدیوں میں ۵۰ افراد شاہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ویت نام نے اس کے بعد کیپ وریلا (CAP VARELLA) کے شمال کا تمام علاقہ اپنے قبضہ میں کر لیا۔

دوسرا مرحلہ ۱۵۴۳ء سے ۱۶۵۳ء تک۔ ویت نامی افواج کے کمانڈر ہین وانگ (HIEN VONG) نے کوتھارا (KOU THA RA) کے شہر پر قبضہ کر لیا۔ باتھام (BA THAM) بڑھتی ہوئی فوجی طاقت کی تاب نہ لا کر بھاگ گیا۔

تیسرا مرحلہ ۱۶۵۳ء سے ۱۸۲۳ء تک چمپا کے شہر کوتھارا (KAU THA RA) پر غاصبانہ قبضہ ہو جانے پر چمپا اپنے شہر، بندرانگا یا پندورنگا (BANDUR ANGA OR PUNDURANGA) کو دارالحکومت بنالیتا ہے۔ اس عرصہ میں ویت نام مستقل طور پر ویت نامی خاندانوں کو چمپا میں آباد کرتا ہے۔ حکومت کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ بغیر ویت نام کی منظوری کے کوئی کام بھی نہیں کر سکتی۔

چوتھا مرحلہ ۱۸۲۳ء سے ۱۹۸۱ء تک۔ ویت نام کے افسروں نے چم کی زمینیں اور املاک ویت نامیوں میں تقسیم کرنا شروع کر دیں۔ چم والے اپنی دولت، املاک اور حقوق کھو کر اپنے ہی ملک میں غیر ملکی ہو گئے۔ اور اپنے باپ دادا کے ورثوں اور زمینوں سے بے دخل کر دیے گئے، جن پر انہوں نے اپنے خون اور قربانیاں کھپائی تھیں۔ اس تکلیف دہ حالت سے تنگ آ کر پاچون (POCHON) چمپا کا آخری بادشاہ اپنے ملک کو

لے جی ماسپیرو (G. MASRERO) "چمپا کی سلطنت" (صفحہ ۲۴۰)۔ اس بیان سے کچھ فرانسیسی اور ویت نامی تاریخ نویس متفق نہیں۔ دیکھیں "دوحامد اور دو رحیم" (صفحہ ۱۰۸)

خیرباد کہہ گیا اور اس نے کمبوڈیا میں پناہ لی، جہاں کے بادشاہ نے اس کا اور اُس کے معتقدین کا خیر مقدم کیا۔ اس طرح ایک مسلمان گروہ کمبوڈیا میں پھر پیدا ہوگیا، جہاں یہ چم ابھی تک رہ رہے ہیں۔ ان کو اب کھمر اسلام (KHMER ISLAM) کہا جاتا ہے یا آپ کمبوڈین مسلمان کہہ لیجیے۔ ۱۹۵۴ء میں جب کمبوڈیا نے آزادی حاصل کرلی تو چم کے مسلمان کمبوڈین مسلمان کہلانے لگے۔

دیت نامیوں نے چم کے صدیوں پرانے دارالسلطنت وجایا (VIJAYA) پر قبضہ کرنے کے بعد چم کے خلاف اپنی مہم جاری رکھی۔ چم والے بُری طرح کچلے گئے۔ وہ تشدد، جسمانی اور روحانی اذیت، بے رحمی اور قتلِ عام کا شکار ہوتے۔ اُن میں سے جو بچ گئے وہ ترکِ وطن کرکے آس پاس کے ممالک میں چلے گئے۔ ان میں سے کچھ لوگ ہمیں ملیشیا اور انڈونیشیا کے جنوبی جزیروں میں بھی ملتے ہیں[1]

---

[1] شمالی ملیشیا کی ریاست کالنتان کے بزرگ ایک روایت بیان کرتے ہیں جو سینہ بہ سینہ چلی آرہی ہے کہ چم اس ریاست میں بذریعہ سمندر آئے۔ اور انہوں نے ایک لکڑی کی مسجد کالنتان میں بنوائی جس میں ایک ہزار نمازی بیک وقت نماز پڑھ سکتے تھے۔ یہ مسجد آج بھی کمپونگ لاؤت والی مسجد یا سمندری گاؤں کی مسجد کے نام سے مشہور ہے۔ ہزاروں سال پیشتر یہ مسجد اعلیٰ اسلامی تعلیم کے کالنتان سینٹر کے کیمپس (CAMPUS) سے ملحق کردی گئی تھی جو ریاست کے دارالسلطنت کوٹا باہرو (KOTA BAHRU) سے تقریباً سات میل کے فاصلہ پر ہے۔ وہ مسجد آج بھی اس تہذیب کی یادگار ہے جو چم اپنے ساتھ لائے تھے۔ خصوصاً ان کا طرزِ تعمیر اس سے نمایاں ہوتا ہے۔ کالنتان (KALANTAN) اس مسجد کو قدیم ترین مسجد کہتے ہیں۔ اور اس پہ ایک تختی لگادی ہے کہ یہ اُن مسلمان مچھاروں نے بنائی تھی جو بذریعہ سمندر ۱۶۰۰ء عیسوی میں جاوہ کی ریاست دِمک (DE MAK) واقع انڈونیشیا (INDONISIA) جاتے ہوئے یہاں سے گذرے تھے۔

ایم۔ جے۔ مورا (M. J. MOURA) نے جو فرانسیسی فوج کا ایک لیڈر تھا، چم کے حالات کا گہرا مطالعہ کرنے کے بعد یہ لکھا ہے کہ "چم سے اتنے لوگ باہر چلے گئے تھے کہ پس ماندگان اپنا تحفظ کرنے سے قاصر تھے۔ ان کے فرقے اور قبیلے ہم کو آس پاس کے ملکوں میں نظر آتے ہیں"۔

چارلس لمائر (CHARLES LEMIRE) جو ایک فرانسیسی کالونی بینڈ حسن BINH DINH ریاست کا ایک باشندہ ہے، جو پہلے چم کے دار السلطنت وجایا (VIJAYA) جا چکا ہے، لکھتا ہے کہ کھلے علاقوں میں ۸۰ چم گاؤں موجود ہیں جن کی آبادی ۵۰ ہزار نفوس پر مشتمل ہے۔ اپنی ۱۸۸۸ء کی رپورٹ میں اس نے کہا ہے کہ "...... چم لوگ وہاں آج بھی موجود ہیں لیکن وہ حادرجہ کے ظلم وستم کا شکار ہیں اور ویت نامی ان کے قتل عام میں مشغول ہیں، اس لیے وہ فرانسیسی حکومت کی حمایت اور حفاظت کے حقدار ہیں یا پھر کوئی بین الاقوامی ادارہ ان کی حفاظت کرے۔ کمبوڈیا کے پھر سے ابھرنے کی ذمہ داری فرانس پر ہے اور یہ فرانس کی ہی ذمہ داری ہے کہ چم کے مسلمانوں کو مکمل بربادی اور تباہی سے بچائے"۔

(جاری ہے)

(بقیہ زکوٰۃ — نظریہ اور عمل)

مناسب ہوگا کہ ہم وسائل کے داخلی حصہ (معاون پیداوار) کو عفو کے حدود میں تصور کریں اور خارجی حصہ (پیداوار) پر عفو کی کوئی حد لازم نہ کریں۔ صنعتی پیداوار پر زکوٰۃ کی شرح ہم زرعی شرح سے مماثلت کر سکتے ہیں۔ مخصوص شرح ط، ۲ط یا ۴ط، کا انتخاب صنعتی پیداوار کی نوعیت اور ملک کے حالات پر منحصر کرتا ہے۔

گفتگو کا ماحصل یہ نکلتا ہے کہ صنعتی اور زرعی پیداوار پر عفو کی حد ہم صفر قائم کر سکتے ہیں۔ یہ بات قرآن کے خلاف نہیں جاتی۔ یہ نقطۂ نظر امام ابو حنیفہؒ کا بھی ہے۔ اس کے عملی پہلو میں بڑی آسانیاں ہیں۔ بخلاف اس حد کے جو امام ابو یوسف یا امام محمدؒ نے تجویز کی ہے۔

(جاری ہے)